ڈاکٹر انوار احمد
بہاءالدین زکریایونیورسٹی، ملتان

سچائی اور سرمستی پر سچل سرمست کے شعر کی اساس

Abdul wahab popularly known as Sachal Sarmast(1739-1827) is one of the greatest Sufi poet of Pakistan. His poetry is available in Persian, Urdu, Sindhi and Seraiki with the same frequency of rhythm, rhyme and impression. His poetry reminds the critical idiom of Longinus i.e The Sublime. Major factors being Truth and ecstasy which are basic components of Sachal's poetry. In this paper salient features of the great mystic poet of Urdu, Persian, Sindhi and Seraiki have been elucidated with various examples.

لان جائنس ایک طرح سے دنیا کا پہلا رومانوی نقاد ہے، جس نے دو ہزار سال پہلے شاعر کی عظمت کے بارے میں دو بنیادی نکتے بتائے تھے۔ ایک تو یہ کہ شاعر ہونا اچھی قسمت کی طرح قدرت کی سب سے بڑی نعمت ہے مگر اپنی شاعری کو عظمت پر لے جانا شاعر کا وہ فنی کمال ہے جو اسے ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بنیادی بات بھی کہی کہ شعر کی عظمت کی بنیاد وہ سچائی ہے جو سرمست کردے یا ایسی سرمستی ہے جو کہنے اور سننے والے پر بھی سچائی اور آگہی کے دروازے کھول دے۔ اب جو سچل بھی ہے اور سرمست بھی ہو اس کے فنی اوصاف اور شعری کمال کے بارے میں کیوں اِدھر اُدھر کی بات کی جائے؟

> سبھی جانتے ہیں کہ مطلق العنان بادشاہوں، امیروں اور جاگیرداروں کے سامنے خلقِ خدا سچ بولنے سے گھبراتی ہے اس لیے وہ تاریخ کے ہر دور میں ایسے تہذیبی اور ثقافتی کرداروں سے پیار کرتی ہے جو یوں مصلحت سوز ہوں کہ حق کی گواہی ان کے قلب اور لبوں پر جاری رہے اور ان کا نعرۂ مستانہ بے زبانوں کے دل میں بھی ہر دم گونجتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ سچل سرمست کو منصورِ ثانی بھی کہا گیا ہے، یہ بات بہت معنی خیز ہے کہ منصور حلاج کے سندھ میں آنے کی روایت بھی ہے، ڈاکٹر مظفر اقبال نے منصور حلاج کے دیوان کا عربی سے جو اردو ترجمہ کیا ہے، اس کے مقدمے میں تو سید نعمان الحق نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حلاج کی فردِ جرم میں سفر سندھ بھی سازش اور گمراہی کا حوالہ ہے (۱)

کیا عجب ہمارے خطے کے صوفی شاعروں میں تیسری صدی ہجری کے اواخر میں حلاج کی سندھ اور ملتان میں آمد ایک طرح کی داخلی بیعت یا فیض کشی کا ذریعہ بن گئی ہو؟ اور جب اس سرزمین میں سچ بولنے والوں کی آزمائش کے لیے دار و رسن سجائے گئے، کفر کے فتوے صادر کیے گئے، دنیا داروں کی نظر میں انھیں سرمست اور دیوانہ ٹھہرایا گیا، تو وہ ملامتی پاک بازوں کی طرح، حق کے گواہوں کی طرح ایسے ایسے شعر لکھتے رہے کہ صدیوں سے انسانی دل ان کے لحن پر تال دیتے ہوئے رقصاں ہیں۔

سچل نے کہا ہے:

عشق دے باجھوں بیا سبھ کوُڑ، سولی تے منصور
نہ کوئی دوزخ، نہ کوئی جنت، نہ کوئی حور، قصور

ان سے محبت کرنے والوں نے یقیناً اپنی محرومیوں کے مداوے کے لیے ان سے ایسی کرامات بھی منسوب کی ہوں گی جن پر آج کے تربیت یافتہ ذہن کے لیے شاید یقین کرنا مشکل ہو مگر یہ بات کرامت سے کم تو نہیں کہ صدیاں گزر جانے پر بھی لوگوں کی نظر میں ان کی عزت، دل سے محبت اور ان کے کلام کی تاثیر میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کا اسرار وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو تین باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو وہی کہ ایک جابرانہ نظام، جس کے روبرو سچ بولنا جتنا مشکل ہوتا جائے، مشکل کا سامنا کرنے والے اپنے عہد کے اکادکا سچے کرداروں کی، اپنے تخیل اور یادداشت کے ساتھ حفاظت کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایسا حق گو شاعر ایک طرح سے ثقافتی ہیرو بن جاتا ہے کیونکہ وہ تاج داروں کے برعکس کم وسیلہ لوگوں سے پیار کرتا ہے ماہی گیروں، چرواہوں اور کسانوں سے، سو وہ بھی اس کی محبت کو سمندروں صحراؤں سے زیادہ وسعت دے دیتے ہیں اور کھیتوں سے زیادہ شاداب اور ہریالا کر دیتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ جنھیں ایک نظام پر قابض نام نہاد اشرافیہ تعلیم سے محروم رکھتی ہے اس دنیا کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لیے علم و ہنر کے راستے نہیں دیتی، وہ پھر اپنے کسی شاہ لطیف کو، اپنے سچل کو، اپنے خواجہ غلام فرید کو، اپنے بلھے شاہ کو، اپنے میاں محمد بخش کو، اپنے مست توکلی کو اپنا معلم بنا لیتے ہیں اور یہ معلم بھی ایسے ہوتے ہیں جو انھیں سمجھانے کے لیے ان کی اجتماعی یا ثقافتی یادداشت میں کئی صدیوں سے موجود رومانوی داستانوں، کرداروں اور قصے کے دلچسپ موڑوں اور نکتوں کو ایسے تمثیلی رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ حیات و موت کے بیچ کی تمام منزلیں، تقدیر، منشائے ربانی، نیرنگیٔ زمانہ اور اس دنیا کے طلسم خانے میں ابھرنے والے اَن گنت سوالوں کے ان مچھیروں، چرواہوں، کسانوں اور بے وسیلہ لوگوں کو ایسے رس بھرے جواب مل جاتے ہیں جو ان کے اندر دکھ بھری زندگی کو بھی ایک سرور، ترنگ اور سرشاری کے ساتھ گزرنے کا ہنر پیدا کر دیتے ہیں۔

ہمارے ہفت زبان شاعر سچل سرمست کی تربیت کس ماحول میں ہوئی؟ اس کا اندازہ ان کے دادا میاں صاحب ڈِنو کے ایک بیت کے ترجمہ سے لگائیے:

" مُلّا، مجاور اور، کوا تینوں ایک ہیں
ملا وصال سے دور اور محبت سے ناواقف ہے، مجاور کھانے کے انتظار میں ہے،
کوا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، جہاں بڑے پرندے اڑتے ہیں۔"

جامد ذہن نے تشدد، فرقہ واریت اور عناد کا جو زہر ہمارے سماج میں گھول دیا اور مردانِ آہن نے جس طرح اس ذہن اور رویے کی سرپرستی کی، اس کے مقابل شیخ ایاز کا یہ مان کتنا بجا ہے:
"تیرے سب ہیں مولوی، میرا ایک سچل" (۲)

سچل سرمست کی پیدائش سے ۲۲ برس پہلے ٹھٹھہ کی نظامت میں شاہ عنایت کی شہادت کا واقعہ پیش آ چکا تھا، جو ایک صوفی کو کسانوں کے ساتھ انصاف طلبی کی جدوجہد میں شمشیر بہ کف استعارہ بنا چکا تھا، پھر ان کی پیدائش کے سال یعنی ۱۷۳۹ء، میں نادر شاہ دہلی پر حملہ آور ہوا، پھر وہ ابھی ۶۔۷ سال کے بچے تھے، جب نادر شاہی یلغار سندھ تک پہنچتی ہے، اسی طرح وہ ۱۴ برس کے تھے، جب احمد شاہ ابدالی سکھر کے راستے سندھ میں آ گیا، یہ وہ وقت ہے کہ ایک طرف سندھ کے حکمران خاندان باہم برسرِ پیکار تھے، قلات، بہاولپور اور سندھ کی مقامی قوتوں میں فاصلے بڑھ رہے تھے اور مستقبل کی حکمران قوت یعنی انگریز جو ۱۶۳۵ میں ہی ٹھٹھہ میں تجارتی کوٹھی قائم کر چکے تھے، ۱۷۶۱ تک قلمی شورے کی تجارت اور شور انگیزی کی اجارہ داری حاصل کر چکے تھے اور سبھی جانتے ہیں کہ انہی نامساعد حالات میں اس ہفت زبانی شاعر کے دل اور زبان سے وہ سُر نکلے جو امر ہو گئے اور شناخت کے معدوم ہو سکنے والے حوالے یکجا ہو گئے، پھر ماجرا سندھی، سرائیکی، پنجابی، اردو اور فارسی کا نہ رہا، درد، مٹھاس اور لَے نے اسے ایک وحدت میں ڈھال دیا، سسی پنہوں کا قصہ ہو یا عمر ماروی کا، ہیر رانجھے کی حکایت ہو یا سی حرفیاں اور کافیاں اور بیت، ان کا جذب و مستی، سادگی اور ترنم، خود شاعروں کے لئے سبق آموز بن جاتا ہے کہ مشاقی اور طباعی میں کیا فرق ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

ترے ہی ناز سے آنکھوں کے میں غلام ہوا
ترا ہی عشق مرا پیشوا، امام ہوا
کروں میں کس کو بھلا اپنے حال سے آگاہ
ترے ہی درد سے قصہ مرا تمام ہوا
ترے غرور کا چرچا ہوا زمانے میں
سبھی نے گوش میں دیں انگلیاں، یہ کام ہوا
برہا ہے سب مشکل بازی، کون رے ہاتھ لگائے گا
جس نے ہاتھ لگایا اس کو، سارا ہوش گنوائے گا
تجھ کو تو درد نہیں، یار نے سچل سے کہا
میں نے رو رو کے کہا، تجھ کو اعتبار نہیں

آنکھوں میں اس کی کاجل، ہاتھوں پہ اس کے لالی
پیتا ہے خوب بھر بھر وہ جام پُر تگالی
مجھ کو بتا تُو قاضیا! کیسا تمہارا کام ہے
تجھ کو کتابوں کی خوشی، میرے لیے ماتام ہے (۳)

تاب کنوں بے تاب میاں، میں تاب کنوں بے تاب۔۔ نہ میں گویا، نہ میں جویا، نہ میں سوال جواب

نہ میں خاکی، نہ میں بادی نہ میں اگ نہ آب
نہ میں جنی، نہ میں انسی، نہ مائی نہ باپ
نہ میں سنی، نہ میں شیعہ، نہ میں ڈوہ ثواب
نہ میں شرعی، نہ میں ورعی، نہ میں رنگ رباب (۴)

می کشد عاشق بر اہش انتظار
بے شمار و بے شمار و بے شمار
کارِ عاشق روز و شب باشد ہمیں
اشکبار و اشکبار و اشکبار
آں کسے کز خود رہد مردِ خدا است
شہسوار و شہسوار و شہسوار
مجلسِ غم داشتن عشاق را
گریہ زار و گریہ زار و گریہ زار
می شود عاشق ز عشقش دم بدم
بے قرار و بیقرار و بیقرار
سرِ مخفی، رازِ پنہاں فاش شد
آشکار و آشکار و آشکار (۵)
می کنم از عشق در ہر کوچہ و بازار رقص
چونکہ می آید تن و جاں را ازاں اسرار رقص

از وظائف از لطائف، معرفت حاصل نہ شد
روز و شب از درد و غم مشغول اندر کار رقص
وقتِ حالت نیست ہر دم تا ندانم کے شود
آشکارا، ہم چوں شہِ منصور کن، بر دار رقص (۶)

نہ من دیندارِ بے دینم چہ می دانید اے یاراں
نہ از آنم نہ از اینم چہ می دانید اے یاراں
نہ ہندیم، نہ سندھیئم، نہ پنجابی نہ دکھنی ام
نہ من از ملکِ قسطینیم چہ می دانید اے یاراں
نہ شیر ازی نہ حلبی ام نہ ایرانی نہ تورانی
نہ من از خاکِ غزنی ام چہ می دانید اے یاراں (۷)

اردو ادبیات کی تاریخ لکھنے والوں سے ڈاکٹر مبارک علی نے بآوازِ بلند پوچھا تھا کہ آپ لوگوں اٹھارہویں صدی کے سچل سرمست کی اردو شاعری کو نظر انداز کیوں کرتے ہیں، جس نے بلاشبہ اردو کو بھی ایک نیا لحن دیا تھا، جس میں سندھ دھرتی کا لہجہ اور مظاہر شامل ہیں۔

کبھی تھگلی، کبھی گدڑی، کبھی اطلس، کبھی مخمل
کبھی درویش اور پیدل کبھی وہ بادشاہ ہو گا
کبھی موجیں، کبھی لہریں، کبھی اٹھنا، کبھی گرنا
کبھی دریا، کبھی کشتی، سچل وہ ناخدا ہو گا (۸)

اور یہ دیکھئے نصیر مرزا نے جو، ان کے ابیات، اردو میں ترجمہ کئے ہیں، اُس کی دو مثالیں:

ساجن نے سندیسہ لکھ کر کاغذ پہ بھیجا
پنہاں بات اسی میں ساری
اور کوئی نہ سمجھا
ہم تم دونوں ایک ہیں (۹)
ساجن! یوں ہیں، بستے
بادل میں جوں بجلی سائیں
جھلمل، جھلمل، چمکے (۱۰)

حوالہ جات

۱۔ دیوان حلاج، (مقدمہ و ترجمہ از ڈاکٹر مظفر اقبال) دانیال کراچی، ۲۰۰۰، ص:۷
۲۔ سچل سرمست، (ڈاکٹر عبدالقادر جونیجو) اکادمی ادبیات، اسلام آباد ۲۰۰۸ء ص:۲۰

۳۔ سندھ میں اردو شاعری، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ص:۳۲۱

۴۔ سچل سرمست، مترجم شفقت تنویر مرزا، لوک ورثہ، ۷۸۹۱ء، ص:۰۵۲

۵۔ ایضاً ص:۸۵۲

۶۔ ایضاً، ص:۰۷۳

۷۔ ایضاً، ص:۸۷۳

۸۔ ایضاً، ص:۴۰۴

۹۔ ایضاً، ص:۴۰۴

۱۰۔ پاکستان کے صوفی شعراء، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۵۹۹۱، ص:۱۵۳، ۳۵۳